مالکانہ تصرفات پر نفاذ حجر کے اسباب

☆ احمد سعید

The justification of enforcement of Hajr (interdiction) against fiscal disposition

Where Islam takes the protection of human life on first priority there it places the fluctuation and safety of one's property and ownership on the second priority__ Qura'nic Verses, sayings of the Prophet and civil and criminal juristic laws stress the protection of property__ The extravagancy, misuse, theft, robbery, usurpation, aleatory, deception and alike have been termed unfair means regarding the property.

Besides, according to Muslim jurists there are some other elements, if not checked may lead to deterioration of property__ like disposition of property during immaturity, lunacy, drunkenness and inebriety, stupidity etc.

In this connection Islamic Law introduces the rules of Hajr (interdlction) which ensure the sanction upon such a person found suffering from the above imperfection and forbids him to make disposition in his own property__ and terms it invalid for further legal effects. In juristic terminology such rules are called *Hajr* (interdiction).

خزائن ارض وسما کا حقیقی مالک:

زمین وآسمان میں موجود اشیاء کے خزانوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے(۱)۔ جس نے زمین اور وسائل پیداوار کو مخلوق کے فائدے کی خاطر پیدا کیا اور نظام ہستی چلانے کے لیے بندوں کو اس ہدایت کے ساتھ ان چیزوں کا مالک بنایا کہ وہ انہیں اصل مالک کی امانت سمجھیں اور یہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، بٹ گرام۔

یقین کرلیں کہ جو مال ان کے قبضے میں ہے اس میں مالکِ حقیقی کے نائب کی حیثیت سے اور اس کی مرضی کے مطابق ان کو تصرف کا حق حاصل ہے(۲)۔

مال وملکیت اسلام کی نظر میں:

اسلام مال ودولت کی ملکیت کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے، اسے قوت وطاقت، انسانی معاشی زندگی کے قیام واستحکام کا ذریعہ اور زمانے کی کروٹوں سے پیدا ہونے والی ضرورتوں کے نتیجہ میں سامنے آنے والے مسائل ومشکلات کا حل سمجھتا ہے۔اس نے مال ومتاع کو سببِ معیشت اور کامیابیوں کے حصول کا باعث قرار دیا اور جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت کو خیر اور فضل سے تعبیر کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے[وَمَاتُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ] اور تم جو مال خرچ کرو گے اس کا فائدہ تمہیں ہوگا(۳)۔ [وَ ابْتَغُوْا مِن فضلِ الله] اور خدا کا فضل تلاش کرو(۴)۔ رسول ﷺ کا فرمان ہے(نعم المال الصالح للرجل الصالح ... ولا بأس بالغنى لمن اتقى الله...) صالح آدمی کیلئے صالح مال اچھی چیز ہے۔اور جو شخص اللہ عز وجل سے ڈرتا ہو اس کی مال داری میں کوئی حرج نہیں ہے(۵)۔

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں: انسان جب تک خوش حال اور فارغ البال نہ ہو وہ دنیوی اور اُخروی مصالح حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ مال ہی کی مدد سے حصولِ منفعت اور دفع مضرت ممکن ہوتا ہے(۶)۔

مال ودولت کی فراوانی اور خوراک اور ضرورت کی اشیاء کا بکثرت آنکھوں کے سامنے موجود ہونا ایک نفسیاتی اثر رکھتا ہے، اطمینان قلب اور آسودگیٔ خاطر میں اس کو خاص دخل ہوا کرتا ہے۔ سامان معیشت جس پر بھروسہ ہو فراہم نہ رہے تو نفس پریشان رہتا ہے اور جب اپنی روزی جمع کرلیتا ہے تو مطمئن ہوجاتا ہے، اسی لئے تو اس کو قوامِ زندگی اور سبب معیشت کہا گیا ہے(۷)۔

قرآن کی رو سے مالکانہ تصرف پر پابندی کا نفاذ:

نظام سرمایہ داری (CAPITALISM) اور اشتراکیت (COMMUNISM) میں دولت وملکیت کے بارے میں افراط وتفریط پر مبنی نظریوں کے برعکس اسلام کا معاشی نظام انسان کو خداداد صلاحیتیں بروئے کار لانے اور انفرادی واجتماعی مفادات کے حصول اور تحفظ کو ممکن بنانے کے لئے کچھ قیود وحدود کی پابندی کے ساتھ ملکیت اور اس کے استعمال کا حق عطا کرتا ہے۔ یہ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو تمام مخلوق کی نسبت اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا(۸)۔ اسے عزت شان وشوکت اور بے شمار ذہنی وجسمانی صلاحیتوں سے نوازا(۹)۔ باوجود اس کے حصولِ ملکیت کے حق سے اس کو محروم کر دینا اور اس کی اہلیت تصرف کو سلب کر لینا شرفِ انسانیت اور کرامتِ آدمیت کے خلاف ہے، تاہم انسانوں میں بھی عقل وخرد اور فہم وفراست کے اعتبار سے تفاوت قائم رکھا، بعض کو تو ان میں اعلیٰ درجہ کی ذہنی اور بدنی استعداد اور صلاحیت کا مالک بنا دیا اور کچھ لوگوں کو ایسا بنا دیا کہ بسببِ صغر، جنون، سفاہت، غفلت، مرض وپیرانہ سالی ان کی عقل خراب، رائے فاسد اور تدبیر بگڑی ہوئی ہے۔ انسان ہونے کے ناطے یہ لوگ اگرچہ محرم اور بزرگ ہیں لیکن اوصافِ مذکورہ کے باعث اس قابل نہیں ہیں کہ انھیں مال واملاک آزادانہ استعمال کی اجازت دی جائے جس کا نتیجہ آخر کار کاروبارِ حیات کے ارتقاء ونمو کے رک جانے اور اجتماعی فساد برپا ہونے کی صورت میں برآمد ہوگا۔ قرآن حکیم ہدایت کرتا ہے مال تمہاری معیشت کا ذریعہ ہے اسے احمقوں کے سپرد نہ کرو ارشاد ہوا [ولا تـؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياماً] اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سببِ معیشت بنایا ہے مت دو(۱۰)۔

آیت کریمہ میں یہ نکتہ بیان ہو رہا ہے کہ افراد کی ملکیت میں رہتے ہوئے بھی اموال بالکلیہ ان کے نہیں ہیں اگر بے عقلوں اور نادانوں کے تصرف میں رہیں تو فضول خرچ کر کے بہت جلد ان کو ضائع کر دیں گے اور مفلس بن کر خویش واقارب بلکہ معاشرے پر بوجھ بنے رہیں گے،

چنانچہ جو لوگ طبعی حماقت کی بنا پر اسراف وتبذیر کا مظاہرہ کریں قرآن ان کے سرپرستوں کو ان کے مالکانہ تصرفات پر پابندی لاگو کرنے کا حکم دیتا ہے[۱۱]۔ اور باہمی تعاون کے شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہدایت دیتا ہے کہ مال تحویل میں دینے سے قبل اس وقت تک ان کو ان کو جانچتے رہو جب تک سن بلوغ کو نہ پہنچ جائیں، بالغ ہو جانے پر اگر ان میں عقلی پختگی (Maturity) کے آثار نمایاں ہوں تو اموال ان کو سونپے جائیں[۱۲]۔

بے عقلوں اور ضعیفوں کے مالی امور ومعاملات کی نگرانی کرنے کا حق اولیاء کو عطا کر دینے کے قرآنی حکم کا واضح مطلب تصرفاتِ مالیہ کے سلسلے میں ان کی بدتدبیری اور فضول خرچی کو روکنا ہے[۱۳]۔

احادیث وآثار میں موجود بعض واقعات کے تذکرہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ ناگزیر ذریعہ معیشت ہونے کے موجب بھولے وبے وقوف، غافل ولاپروا اور مسرف کی شدید ضروریات پر اٹھنے والے اخراجات اور مریض مبتلائے مرض الموت کے تہائی مال کے علاوہ میں مالکانہ تصرفات پر پابندی عائد ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے گھر والے رسول ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے: یارسول ﷺ فلاں کی عقل کمزور ہے اور کاروبارِ خرید وفروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلا کر منع کر دیا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں خرید وفروخت کرنے سے نہیں رک سکتا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب خریدا یا بیچا کرو تو کہہ دیا کرو کوئی دھوکہ نہیں[۱۴]۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: بارگاہِ نبوت سے اس شخص کو خرید وفروخت کے معاملات طے کرنے کی اجازت ملنا اس کا خاصا تھا لیکن جو شخص دھوکو کھا جاتا ہو اور خصوصاً جب اس کی عقل اور وجدان میں خرابی ہو حاکم وعدالت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے تصرفات پر روک لگا دے[۱۵]۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ساری جائیداد قرض کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی قرض

خواہوں نے عدالتِ نبوی میں درخواست دائر کی کہ ہمارا قرض ادا کر دیا جائے۔ جناب رسول ﷺ نے ان کی استدعا منظور کرتے ہوئے حضرت معاذؓ کو تصرف سے روکا اور آپؓ کے مال و جائیداد کو سب قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا۔

عبداللہ بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں (فباع رسول الله لهم ماله حتى قام معاذ بغير شيء ...) رسول ﷺ نے قرض خواہوں کے قرض کی ادائیگی کے لئے معاذؓ کے مال (جائیداد) کو فروخت کر دیا یہاں تک کو آپؓ کے پاس کچھ نہ بچا[۱۶]۔

حضرت سعد بن ابی رضی اللہ عنہ کو لاحق مرض نے زندگی سے بیزار کر دیا۔ رسول ﷺ بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے تو سعدؓ نے عرض کی (یا رسول الله ان لی ما لا کثیراً وليس يرثني الا ابنتى فاوصى بما لي كله قال لا قلت فثلثي مالى قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث و الثلث كثير) یارسول اللہ میں بسیار مال ودولت کا مالک ہوں اور میری ایک بیٹی اس بہت ساری دولت کی اکیلی وارث ہے، میں اپنی ساری دولت کی (راہ خدا میں) وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: تو دو تہائی مال کی۔ فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: آدھے مال کی آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: تہائی مال کی آپؐ نے فرمایا ہاں تہائی مال بہت ہے[۱۷]۔

قاضی شریح کی عدالت میں ایک شخص اپنا جوان سال بھتیجا ساتھ لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ نوجوان شراب نوشی کرتا اور پھر دولت بے جا اڑاتا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا (امسك عليه ماله وانفق عليه بالمعروف) اس کا مال روکے رکھو اور دستور کے مطابق اس کی ضروریات پر خرچ کرو[۱۸]۔

الحاصل! بوجہ سادگی کاروبارِ تجارت اور معاملاتِ خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جانے، حماقت و نادانی کے سبب مال و دولت فضول اڑانے، مال و جائیداد کو قرض میں ڈبونے اور مرض الموت کی حالت میں ثلثِ مال سے زائد کی وصیت کرنے والے لوگوں کو احادیث و آثار کے رو سے

ممنوع التصرف قرار دیا گیا ہے۔علامہ شوکانی فرماتے ہیں: اس طرح کے لوگوں کو مالی تصرفات سے روکنا رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین میں مروج تھا[۱۹]۔

حجر؛ مفہوم و معنی

مالکانہ حقوق کے استعمال پر پابندی لاگو کرنے کا جو تصور قرآن نے پیش کیا احادیث میں اسی کو بعض واقعات کے ذکر کے سلسلے میں حجر سے تعبیر کیا جاتا ہے جواز روئے لغت روک اور ممانعت اور عرفِ فقہاء میں مالکانہ تصرفات سے منع کرنے یا انہیں محدود کرنے کا مفہوم ادا کرتا ہے والحجر فی اللغة المنع و فی الشرع منع مخصوص و هو المنع من التصرف لشخص مخصو ص و هو المستحق بأی سبب کان ۔لغت میں حجر مطلق منع کو اور عرفِ شرع میں مخصوص ممانعت کو کہتے ہیں اور وہ مخصوص شخص کو تصرف سے روکنا ہے جو کسی بھی وجہ سے حجر کئے جانے کا مستحق ہو[۲۰]۔

اس تعریف کی روشنی میں جو خاص بات نمایاں ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہی عوارض موجباتِ حجر تصور کیے جائیں گے جن کو قانونِ شریعت معتبر سمجھے۔

اسباب و موجباتِ حجر مختلف ہیں جن پر تفصیلی بحث مقصدیتِ حجر کی وضاحت پیش کرنے کے بعد کی جائے گی۔

مقصدیتِ حجر:

مال و دولت کی مسلمہ اہمیت اور قرآن وسنت سے مالکانہ تصرفات پر پابندی کے نفاذ اور سفیہ وضعیف کے مالی امور کی خبر گیری کرنے کا حق اولیاء کو ملنے کا ثبوت میسر آنے کے بعد[۲۱] علمائے اسلام اور فقہائے مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ: مال و دولت جو قوامِ زندگی اور سب کے لیے سبب معیشت ہے ان لوگوں کی تحویل میں نہ رہے جو فقدانِ بصیرت اور کوتاہ نظری کے سبب بہتر نظم و

نسق کے ساتھ مالی امور چلانے سے قاصر ہوں، بلکہ عاقل بالغ اور دانا و بینا لوگ ان پر کڑی نظر رکھیں اور مالی معاملات طے کرنے کے سلسلے میں ان کی راہنمائی کریں تا کہ وہ ہاتھ ان کے مال و جائیداد تک نہ پہنچ پائیں جو دھوکہ، غبن اور ملاوٹ سے لوگوں کے مال چھین لیتے ہوں اور اجتماعی ومعاشی نقصان کا موجب بنتے ہوں(۲۲)۔

الجزیری فرماتے ہیں: جولوگ مال واملاک میں خوش اسلوبی کے ساتھ تصرف کرنے کے قابل نہ ہوں ان کی خیر طلبی بلکہ وسیع معنوں میں عامۃ الناس کی بھلائی(Public interest) کے لیے ان کے مالکانہ تصرفات پر پابندی عائد کی جائے گی، کیونکہ ایسے لوگ اپنے اور دوسروں کے مالی امور انجام دے کر لازمی طور پر مال ضائع کر دیں گے(۲۳)۔ فخر الدین زیلعی اور شمس الائمہ السرخسی لکھتے ہیں[کل ذلك رحمة ولطفاو نظراً لهم فيحجر لأجل النظر لهم وللمسلمين]یہ سب کچھ ان (قاصر لوگوں) کے ساتھ شفقت ومہربانی کا برتاؤ اور ان کے مالوں کو تحفظ دلانا ہے تو ان کے اور (مال کار کے طور پر تمام) مسلمانوں کے مالوں کی حفاظت کے لیے حجر لاگو کیا جائے گا(۲۴)۔

مختصر یہ کہ علامہ کاسانی کے قول کے مطابق یہ بات کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کو حق ملکیت اور شریعت کے رو سے اس کے استعمال کی اجازت اس لیے عطا کی گئی ہے کہ دنیوی اور اخروی مصالح اور مفادات کا حصول ممکن بنا سکیں اور توازن واعتدال کے ساتھ ایسا تب ممکن ہوگا کہ کبھی تو ان کو مالکانہ تصرفات کی اجازت ملے اور کبھی ان پر قانونِ حجر نافذ رہے(۲۵)۔

اسبابِ حجر:

ملت اسلامیہ کے علماء کا قرآن وسنت کی روشنی میں اس بات پر اجماع ہے کہ صغر سنی اور جنون موجبات حجر ہیں اور فقہائے مذاہب کی اکثریت نے قیاس واستنباط سے سفاہت، غفلت،

مرض الموت، افلاس، اسراف وتبذیر اور ضرر کو بھی حجر کیے جانے کے اسباب میں شامل کر کے اس فہرست کو وسعت دی اور اس طرف اشارہ کیا کو یہ کوئی حتمی منزل نہیں بلکہ نشانِ راہ ہے۔

صِغر:

صِغر چھوٹا ہونے، صغر السن کم عمری اور صغیر کم عمر کو کہتے ہیں (۲۶)۔ جو بچہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچا ہو وہ اصطلاح فقہاء میں صغیر کہلاتا ہے (۲۷)۔

ہر انسان صغر السنی اور طفولیت کا زمانہ گزارتا ہے جو ولادت سے لے کر بلوغت تک ہوتا ہے اور بلوغت کے بعد طاری ہونے والے احوال کے نتیجہ میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کو کوئی شخص دیوانہ یا فاتر العقل ہے۔

صغیر کے احوال:

بلوغت سے قبل بچے کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ i۔ حالتِ شعور وتمیز۔ ii۔ حالتِ عدم شعور و تمیز (۲۸)۔

i۔ شعور وتمیز: جو بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں، بات کو سمجھ سکیں، اس کا درست جواب دیں، خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات کو پہچانیں اور اس ضمن میں پیدا ہونے والے نقصان اور غبنِ فاحش کو معلوم کر سکیں وہ شعور وتمیز سے متصف ہو کر ممیّز کہلائیں گے (۲۹)۔

ii۔ عدمِ شعور وتمیز: اس کے برعکس جو بچے اوصاف مذکورہ بالا کے حامل نہ ہوں وہ شعور و تمیز سے عاری اور غیر ممیّز تصور کئے جائیں گے (۳۰)۔

ممیّز کے تصرفات:

سات سال کے بعد اور سن بلوغت سے پہلے بچوں میں تمیز اور شعور کا آغاز ہونے لگتا ہے

جس کے ساتھ ساتھ ان میں قدرے اہلیتِ تصرف بھی پیدا ہونے لگتی ہے، تاہم وہ عاقل بالغ نہیں ہوتے، انہیں لوگوں کی پہچان ہوتی ہے اور نہ ظروف واحوال سے آگاہی، لہٰذا انفرادی اور اجتماعی معاشی نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے شریعت انہیں عاقل بالغ، سمجھدار اور تجربہ کار لوگوں کے زیر سرپرستی مالی امور نمٹانے کی اجازت دیتی ہے(۳۱)۔

خالص مفید تصرفات:

صغیر غیر ممیز کے جو مالی تصرفات اس کے حق میں مفید ثابت ہوں وہ اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھی نافذ العمل ہوں گے۔ مجلّہ الاحکام العدلیہ میں ہے [یعتبر تصرف الصغیر الممیز اذا کان فی حقه نفعاً محضاً و ان لم یأذن به الولی کقبول الهدیة و الهبة۔ صغیر ممیّز کا تصرف جب اس کے حق میں مفید محض ہوگا تو معتبر سمجھا جائے گا اگرچہ ولی نے اس کی اجازت نہ دی ہو جیسے تحفہ اور ہدیہ قبول کرنا(۳۲)۔

خالص غیر مفید تصرفات:

صغیر ممیز کے ایسے مالی تصرفات ولی کی اجازت سے بھی نافذ نہیں ہوں گے جو اس کے لئے نقصان دہ ہوں فقہاء فرماتے ہیں [تصرفاتها الضارة ضرراً محضاً کبترعة بشیء من ماله او اقراضه فهذهِ لا تصح منه بحال من الاحوال۔ و هکذالا یصح طلاق الصبی و اعارته ماله و اقراره حتی لو اجازها الولی او الوصی۔ صغیر ممیّز کے تصرفات جو خالص مضر ہوں کسی طرح صحیح نہیں ہوں گے مثلاً کچھ مال مفت میں یا قرض کے طور پر دے دینا اور یہی حکم اس کا بیوی کو طلاق دینے، مال عاریتاً کسی کو عطا کر دینے اور کسی کے حق میں مالی اقرار کرنے کا بھی ہے(۳۳)۔

نفع ونقصان کے محتمل تصرفات:

صغیر ممیز کے جو تصرفات نفع ونقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں ان کا نافذ العمل ہونا اور نہ ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے[اما العقود و التصرفات الدائرة بين النفع والضرر، اى تحتمل الأمرين كالبيع والشراءِ فهٰذه تصح منه لكنها لا تنفذ الا باجازة الولى او الوصى فان اجازها نفذت وان لم يجزها بطلت، مثلاً اذا باع الصغير المميز مالاً بلا اذن وإن كان قد باعه بازيد من ثمنه يكون نفاذ ذلك البيع موقوفاً على اجازة وليه]۔ البتہ (صغیر ممیز کے) جو عقود و تصرفات نفع ونقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں جیسے خرید وفروخت تو صحیح ہیں لیکن ولی یا وصی کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوں گے اگر اس نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائیں گے ورنہ نہیں مثلاً جب صغیر ممیز اجازتِ ولی کے بغیر کوئی مال بیچے اگرچہ وہ اسے قیمتِ خرید سے زیادہ میں فروخت کرے تو یہ سودا ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا(۳۴)۔

الحاصل! تمیز دار بچہ ایک لحاظ سے عاقل بالغ انسان کی مانند ہے اور دوسرے حوالے سے وہ ایک بے عقل و بے شعور کم سن کے مشابہ ہے جو تکالیفِ شرعیہ کا مکلّف نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے جو تصرفات مفید محض ہوں گے وہ عاقل بالغ شخص کے تصرفات کی طرح قانونِ حجر کی تعمیل سے آزاد ہوں گے اور جو خالص غیر مفید ہوں گے ان کی حیثیت صبیِ ممیز کے تصرفات کی سی ہوگی جو کسی طور نافذ نہیں ہوتے ہیں، تاہم صغیرِ ممیز کے ان تصرفات کے نفاذ کا دارو مدار اس کے ولی کی اجازت پر ہوگا جو نفع ونقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں۔

صغیرِ غیر ممیّز کے تصرفات:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صغیر غیر ممیز کے مالی تصرفات خواہ مفید ہوں یا غیر مفید اور

ولی کی اجازت سے ہوں یا بغیر اجازت کے کسی طور نافذ نہیں ہوتے ہیں (۳۵)۔

بلوغت و رُشد:

چھوٹی عمر میں ہونا حیاتِ انسانی کے احوال میں سے ایک حالت ہے جو پیدائش کے وقت سے لے کر اس کے سنِ بلوغت تک رہتی ہے۔ صغر السنی (Minority) میں قوائے بشریہ مکمل نہیں ہوتی ہیں۔ کچھ کم سن ایسے ہوتے ہیں جن میں سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد معاملہ فہمی کا شعور پیدا ہو جاتا ہے اور بعض بچے بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی تمیز و شعور سے عاری ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے شریعت نے تحویل مال کے لئے دو معیار متعین کئے ہیں، ایک صغیر بالغ السن ہو جانا اور دوم معاملہ فہم اور خوش اطوار ہو جانا۔

بلوغت (Maturity):

لغت میں پہنچنے اور اصطلاحِ شرع میں بچپن کی مدت ختم ہونے کی حد کو بلوغ کہتے ہیں (۳۶)۔

لڑکا اور لڑکی کے بلوغ کی کچھ طبعی اور جسمانی علامات ہیں جن کے ظہور پذیر ہونے پر ان کا بالغ ہو جانا پہچانا جاتا ہے، اگر جسمانی علامات میں سے کوئی نشانی ظاہر نہ ہو سکے تو پھر عمر کے حساب سے بچہ اور بچی کے بالغ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا (۳۷)۔

رُشد:

رُشد کے لفظی معنی ہیں: ہدایت و استقامت اور از روئے شرع رُشد اس نفسیاتی ملکہ کو کہتے ہیں جو مال کی حفاظت اور اصلاح کا مقتضی ہو اور اس کے ضیاع کو روکتا ہو (۳۸)۔

سنِ رُشد کی تحدید:

سنِ رُشد کی تحدید کا مطلب یہ ہے کہ عمر کی ایک ایسی حد مقرر ہو جہاں پہنچنے والے کو عاقل بالغ سمجھا جائے اور صغر السنی کی حالت میں مالکانہ تصرفات کے حوالے سے عائد پابندیاں اس پر سے دور کی جائیں اور عمر کی اس مقدار کو حاصل کر لینے سے قبل اس کی طرف سے بالغ اور معاملہ فہم ہونے کے دعوے کو تسلیم نہ کیا جائے اگر چہ فعلاً وحکماً وہ عاقل بالغ کیوں نہ ہوں(۳۹)۔

بعض عرب اور مغربی ممالک کے شخصی قوانین کی طرح ملکی قانون میں بھی بلوغ اور رُشد کے حصول کے لئے عمر کی ایک حد کا تعین کیا گیا ہے، جبکہ الٰہی ہدایت پر مبنی قانونِ شریعت نے اس بارے میں عمر کی کسی حد کا تعین اس لئے نہیں کیا ہے کہ ہر شخص کی فطرت وطبیعت ماحول، علم وتربیت، اخلاقِ عامہ اور اجتماعی واقتصادی احوال کے زیرِ اثر یہ مدت مختلف ہوسکتی ہے اس بنا پر احکام شرعیہ اور ان دلائلِ تفصیلہ سے بخوبی عیاں ہے کہ بلوغ سے پہلے رُشد کا کوئی اعتبار نہیں اور قصورِ اہلیت کی حالت سے حالتِ رشد تک منتقل ہونے کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے۔ رُشد کبھی بالغ ہونے کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور کبھی بلوغت سے پہلے(۴۰)۔

جنون اور مدہوشی:

عقل زائل ہو جانے کو لغت میں جنون اور فقہی وقانونی زبان میں جنون کہتے ہیں: خللِ دماغ اور عقلی خرابی جسکو کسی شخص کو اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دے(۴۱)۔

مجنون کے تصرفات:

فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ دیوانگی اہلیتِ ادا کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ جنون اصلی ہو یا طاری ہونے والا، قوی ہو یا کمزور، متاثرہ شخص کو اہلیتِ ادا سے محروم کر دیتا ہے اور اس کے مالکانہ تصرفات کے اثر ونفوذ میں حائل بن جاتا ہے [قد اتفق الفقهاء على ان الجنون من

عوارض الا هلية... ولا خلاف بينهم في الحجر على المجنونِ سواءً أكان الجنون اصلياً أم طارئاً و سواءً أكان قوياً أم ضعيفاً. فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کو دیوانگی عوارض اہلیت میں سے ہے اور مجنون پر حجر عائد کرنے میں بھی ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے، جنون خواہ اصلی ہو یا طاری ہونے والا قوی ہو یا کمزور](۴۲)۔

مدہوشی:

نشہ میں چور ہونے کی وجہ سے کسی شخص کا اس کیفیت میں مبتلا ہونا مدہوشی کہلاتا ہے کہ اشیاء کے درمیان تمیز کرنے کی قوت اس سے جاتی رہے اور اپنے فعل کی ماہیت یا یہ جاننے کے قابل نہ ہو کہ وہ جو کچھ کرر ہا ہے قانونی ہے یا غیر قانونی (۴۳)۔

فقہی مذاہب اور ملکی قانونِ معاہدہ کے رو سے سکران یعنی مدہوش اگر حالتِ نشہ میں کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی اور جب تک نشہ کی حالت قائم رہے تو وہ کوئی مالی معاہدہ نہیں کر سکتا بلکہ مجنون کی طرح اس کے مالی تصرفات پر بھی پابندی لاگو رہے (۴۴)۔

سفاہت اور غفلت:

سفاہت عقلی نقص کو کہتے ہیں جس کے لاحق ہونے سے انسان ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ پھر غم اور خوشی کے مواقع پر خلافِ تقاضائے عقل وشرع مال و دولت استعمال میں لاتا اور اسے ضائع کرتا ہے، لہٰذا جو شخص ایسی حالت سے دوچار ہو وہ سفیہ یعنی احمق کہلائے گا (۴۵)۔

غفلت ولا پروائی:

شرعی اور وضعی قوانین کے پیش نظر زندگی کے امور و معاملات میں جن معمولی احساسات و توجہات سے باقاعدگی آتی ہو اور جن کی مدد سے مالی کاروائیوں میں حسن وخوبی لائی جاتی ہو ان کا

مفقود ہو جانا غفلت ہے اور مغفل وہ شخص ہے جس کے پاس پیش آمدہ مسائل و مشکلات کے حل کے لئے عمدہ ذہنی استعداد نہ ہو اور معاملاتِ خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہو(۴۶)۔

سفیہ کے مالی تصرفات:

جب کسی عاقل بالغ شخص کی حماقت اور اخراجات کے سلسلے میں اس کا فضول خرچ ہونا ثابت ہو جائے، عدالت اشد ضروریات اور خالصتاً مبنی بر مصلحت مالی معاملات کے علاوہ میں اس کے مالکانہ تصرفات پر قانونِ ممانعت تصرف لاگو کرے گی۔ ہدایہ سمیت دیگر کُتبِ مذاہب فقہ میں ہے۔ [لا یحجر علی السفیه البالغ الحر فی الانفاق علی من تجب علیه نفقتهم] احمق بالغ اور آزاد شخص پر جن لوگوں کے نان ونفقہ اور بود و باش کے اخراجات لازم ہیں ان پر خرچ کرنے کے سلسلے میں اس کی مالی کاروائیوں کو حجر نہیں کیا جائے گا(۴۷)۔

مالی عبادات:

سفیہ کے ذمہ مالی عبادات جیسے زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے اخراجات پر قانون حجر کا اطلاق نہیں ہوتا البتہ عدالت اس بات کو یقینی منائے گی کہ مال زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم ہو اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مختص رقم اسی کارِ خیر میں صرف ہو نہ کہ علاوہ میں خرچ کر کے سفیہ اس کو ضائع کر دے(۴۸)۔

مغفل کے تصرفات:

بھولا سیدھا آدمی جسے مالی امور کے سلسلے میں نفع و نقصان کی پہچان حاصل نہ ہو اور بسہولت دھوکہ کھا جاتا ہو احمق شخص کی طرح ناگزیر ضروریات پر اٹھنے والے اخراجات اور خالص مبنی بر منفعت مالی تصرفات کے علاوہ مال و ملکیت میں اس کی جانب سے ہونے والی مداخلت پر قانون

حجر کا اطلاق ہوگا۔ [فی رأی جمهور الفقهاء يحجر عليه كالسفيه صيانتاً لما له ونظراً له لأن أهل منقذ طلبوا من النبي الحجر عليه فأقرهم على ذلك ولم ينكر عليهم فدلّ على انه مشروع]. جمہور فقہاء کی رائے میں مغفل پر اس کے مال کی حفاظت اور اس کے اصلاحِ احوال کے لئے سفیہ کی طرح حجر عائد کیا جائے گا، کیونکہ حبان بن منقد کے گھر والوں نے نبی کریم ﷺ سے اس پر حجر لاگو کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں برقرار رکھا اور ان کے مطالبہ کو رد نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مغفل پر حجر نافذ کرنا مشروع ہے(۴۹)۔

خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ سفاہت و غفلت دونوں مفہوم کے لحاظ سے آپس میں جدا جدا ہیں اور اس حوالے سے بھی مغفل حماقت زدہ سے مختلف ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور فضول خواہشات میں قصداً و ارادتاً مال و دولت خرچ نہیں کرتا، تاہم ہیں دونوں آزاد اور عاقل بالغ، ایک پر بوجہ سادگی اور دوسرے پر بسببِ حماقت مالکانہ تصرفات کی پابندی عائد کی جائے گی تاکہ ان کے اموال کی حفاظت ممکن بنائی جائے اور ان کے احوال اصلاح پذیر ہوں۔

مرض الموت:

فسادِ مزاج اور خرابیِ صحت کا نام مرض ہے(۵۰) یعنی جسمِ انسانی کی غیر طبعی کیفیت خصوصاً جب مرض شدید ہو اور مریض کو اپنی موت کا غالب گمان ہو مرض الموت کی حیثیت رکھتا ہے(۵۱)۔ فقہاء نے ان حالتوں کو بھی مرض الموت میں شامل کیا ہے جن میں انسانی جان کو ہلاکت لاحق ہو سکتی ہے۔ مثلاً جنگ کے لئے جاتے ہوئے اس بارے میں اصل علت موت کا خوف ہے جہاں بھی موت کا خوف ہوگا مرض الموت کا حکم لاگو ہو جائے گا(۵۲)۔

مریض مبتلائے مرض الموت کے تصرفات:

تمام فقہی مذاہب اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ مرض الموت کا تقاضا ہے کہ مریض

مبتلائے مرض الموت کے مال میں ایک تہائی تک اس کے تصرفات نافذ العمل ہوں گے، تاکہ ورثہ اور قرض خواہوں کے حقوق جو اس کے مال و جائیداد سے وابستہ ہوں وہ محفوظ رہیں[قد اتفق الفقهاء على ان مرض الموت يقتضى الحجر على صا حبه فى بعض تصرفاته محافظة على حقوق الورثة والغرماء فيحجر عليه فيما زاد على ثلث تركته و اذا تبرع بما زاد عن الثلث فحكمه حكم الوصية اذا مات] فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ مرض الموت مریض کے بعض تصرفات پر ورثہ اور قرض خواہوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے حجر کرنے کا مقتضی ہے تو مریض کے ترکہ کے ایک تہائی سے زائد مال میں اس کے مالکانہ تصرف پر پابندی لاگو ہوگی اور جب وہ ایک ثلث سے زائد (مال) مفت (میں کسی کو) دے گا تو اس کی موت کے بعد اس کا حکم مالِ وصیت جیسا ہوگا(۵۳)۔

غرض! فقہائے اسلام اس بارے میں متفق ہیں کہ مرض الموت میں مبتلا شخص ازروئے قانونِ حجر مال کے ایک تہائی سے زائد حصہ میں تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا، خواہ ہبہ، صدقہ اور وقف کی شکل میں ہو یا نقصان پر مشتمل لین دین کی صورت میں۔

افلاس:

لغوی اعتبار سے افلاس نام ہے مال ختم ہو جانے اور کشائش کے بعد تنگ دستی لاحق ہو جانے کا(۵۴)۔ اور فقہ و قانون کی اصطلاح میں افلاس کہتے ہیں: آدمی کے اموال و املاک پر قرض کے احاطہ کر لینے کو جس کے بعد وہ اپنے ذمہ واجب الادا قرض کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے اور عدالت کی جانب سے ایسے شخص کے افلاس کا حکم جاری ہو جانا تفلیس (Declaration of Bank Ruptcy) کہلاتا ہے(۵۵)۔

اس تفصیل کی روشنی میں مفلس وہ شخص ہوا جس کے ذمہ مالی حقوق اور قرض باقی ہوں اور ہوں بھی واجب الادا لیکن ادائیگی کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ مال بھی نہ ہو اور عدالت نے

اس کے مفلس ہونے کا فیصلہ بھی صادر کیا ہو(۵۶)۔

مفلس کے تصرفات:

مقروض کے اموال پر جب قرض احاطہ کر لے اور قرض خواہ اپنے مالی حقوق کو تحفظ دلانے اور نزاع سے بچنے کے لئے عدالت کی طرف رجوع کریں تو مقروض کو مفلس قرار دیتے ہوئے عدالت اموال میں اس کے مالکانہ تصرفات کو اثر پذیر ہونے سے روکنے کے لئے اس پر حجر عائد کر دے، چنانچہ جمہور فقہائے مذاہب اس بارے میں فرماتے ہیں[اذا رکبت الدیون شخصاً تستغرق امواله او تزید علی امواله ورفع الغرماء امره الی الحاکم و طلبوا منه ان یحجر علیه حتی لا یهب ماله ولا یتصدق به ولا یقربه لغریم اٰخر فالقاضی یحجر علیه حتی لا تصح هبته ولا صدقته بعد ذلك] جب قرض کسی شخص کے اموال کا احاطہ کر لیں اور یا اس کے اموال سے بھی زائد ہوں اور قرض خواہ اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے جائیں اور اس سے مطالبہ کریں کہ وہ اس پر حجر لاگو کر دے تا کہ وہ اپنا مال ہبہ، صدقہ اور خیرات نہ کر دے اور یا کسی اور قرض خواہ کو نہ دے دے تو حاکم اس پر حجر عائد کرے گا کہ تنفیذِ حجر کے بعد اس کی طرف سے ہبہ اور صدقہ کرنا درست نہ ہو(۵۷)۔

تعمیل حجر کے بعد مفلس کی اشد ضروریات اور بیوی بچوں کے نان ونفقہ کے اخراجات کے علاوہ اس کے ان تمام مالی تصرفات پر حجر کا اطلاق ہوگا جو قرض خواہوں کے حقوق باطل ٹھہراتے ہوں مثلاً کوئی شے کسی کو ہبہ کرنا، صدقہ کرنا اور بازاری مول سے کم قیمت میں کوئی چیز فروخت کرنا۔

مختصر یہ کہ مفلس کے تبرعات اور بیع وغیرہ کے تمام مالی معاملات جو قرض خواہوں کے حق میں ضرر رساں ہوں وہ ان اموال میں معتبر تصور نہیں ہوں گے جو نفاذِ حجر کے وقت موجود ہوں تا آنکہ قرض خواہ اپنا قرض وصول کر لیں(۵۸)۔

اسراف وتبذیر:

اسلامی نظم معیشت میں مال و دولت کے مبذرانہ ومسرفانہ استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اسلام نے اسراف وتبذیر کوممنوع ٹھہرا کر مسرفین کو ناپسندیدہ اور مبذرین کو شیطان کا بھائی قرار دیا(٥٩)۔اور فرمایا: کھانے پینے اور بود و باش کی ضروریات اپنی وسعت کے مطابق پوری کرو اور بے جانہ اڑاؤ(٦٠) اور ہاتھ کھول کر سبھی کچھ دے نہ ڈالو کہ انجام کار ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ(٦١)۔رسول ﷺ نے فرمایا[کلوا واشربوا وتصدقوا و البسوا مالم يخالطه إسرف و مخيلة] کھاؤ، پیو،صدقہ کرو اور پہنو بشرطیکہ اس میں اسراف یا تکبر کی آمیزش نہ ہو(٦٢)۔

مال و دولت کو غیر شرعی طور پر تصرف میں لانا، یا ناجائز مصارف میں ضرورت سے بڑھ کر خرچ کرنا اضاعتِ مال ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے(٦٥)۔

مسرفانہ اور مبذرانہ اخراجات کے نتیجہ میں سرمایہ ضائع ہونے لگتا ہے اور فضول خرچ لوگ بہت جلد قلاش اور تہی دست ہو کر معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔علاوہ ازیں ثروت مند لوگوں کے خلاف سماج کے غریب طبقوں کے دلوں میں بغض وحسد اور نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں، جو سوسائٹی میں بگاڑ پیدا کرنے کے مترادف اور ایک مکروہ عمل ہے(٦٤)۔ لہٰذا علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شرعی اور عقلی تقاضوں کو پورا کئے بغیر دولت وثروت اسراف وتبدیر کے نذر کرنا سفاہت وحماقت ہے جو موجب حجر ہے(٦٥)۔

دولت وثروت کے مسرفانہ استعمال کے محرکات:

دولت وثروت اور سرمایہ کے فضول اور بے مسرف استعمال ہونے کے کئی محرکات ہیں جن میں سے بعض پر ذیل میں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

i۔ نام ونمود واظہارِ ثروت:

اظہارِ ثروت کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ انسان اپنی اچھائی اور بڑائی ظاہر کر کے لوگوں میں اپنی نسبت حسن ظن پیدا کرے اور خود کو بڑا کر کے دکھائے، غرور بھی اس شوق کا جذبہ ہے، کیونکہ اس کا منشا بھی اپنے نفس کی بڑائی اور دکھاوے کے سوا کچھ اور نہیں اور ریا کار دولت وثروت کو نعمتِ خداوندی جان کر خالصتاً اللہ کی شکر گزاری کے جذبے سے خرچ نہیں کرتا بلکہ اس سے دنیوی غرض مطلوب ہوتی ہے کہ انفاق کے نتیجہ میں اس کی عظمت اور کبریائی لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور اسے اترانے اور فخر وغرور کا مظاہرہ کرنے کا موقع میسر آجائے۔ چنانچہ وہ ایسی جگہوں میں خرچ کر کے اظہارِ ثروت کرنے کی فکر میں لگا رہے گا جہاں لوگ اس کی تعریف کریں، اسے بڑا سخی اور فیاض کہیں خواہ ان مواقع پر دولت خرچ کرنا نقصان دہ کیوں نہ ہو جیسے سیاہ کار وخطا کار اور فتنہ پرور لوگوں کی مدد کرنا۔ وہ تو ایک سودا نک ہوتا ہے جو دولت کے ذریعہ لوگوں سے اپنی تعظیم کرنے کا سودا کرتا ہے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس نوع کے اخراجات کو کوئی جگہ حاصل نہیں اور قوت نافذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسیع اجتماعی مفاد میں ان پر قانونِ حجر کی عمل داری قائم کرے(۶۶)۔

ii۔ تنعم وعیش کوشی:

زندگی کو خوشگوار اور آسودہ بنانے اور ذوقِ جمال کی تسکین کے لئے مال ودولت کو استعمال میں لانا ازروئے شریعت اس حد تک درست ہے کہ اعتدال سے تجاوز نہ ہونے پائے اور جو فائدہ مطلوب ہے اس کے لئے اتنا مال خرچ ہو جتنا اس کے لئے اکتفا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ضابطۂ حیات میں اس بات کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ انسان عیش وآرام اور اس کی خاطر کسبِ مال کو عملاً زندگی کا مقصد بنائے(۶۷)۔

مال ودولت کی فراوانی بعض اوقات انسان کو اخراجات کے سلسلے میں اقتصاد اور میانہ روی

اختیار کرنے سے غافل بنا دیتی ہے اور دنیا کی محبت اور اس کی لذات میں منہمک ہونا اسے بلند تر مقاصد سے لاپروا کر دیتا ہے جس کا نتیجہ قوموں کی تباہی کی صورت میں سامنے آنے لگتا ہے (۶۸)۔

اسلام میں جو چیز ممنوع ہے وہ دولت کی محبت اور انہماک فی الدنیا ہے جو انسانوں کو زندگی کے اصل نصب العین سے پھیر دیتا ہے (۶۹)۔ رسول علیہ نے دنیاوی لذات سے لطف اندوزی میں انہماک اور مبالغہ کی حد تک استراحت و تن آسانی کے حصول کو ناپسند فرمایا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر یمن کی طرف روانہ کرتے وقت آپ علیہ نے از راہِ نصیحت ان سے یہ کہا [ایاك والتنعم فان عباد الله لیسوا بالمتنعمین] آگاہ رہو! خوش عیشی اور عیش کوشی سے اجتناب کرو کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے ہیں (۷۰)۔ با مقصد زندگی کا تقاضا ہے کہ ضرورتوں کو زیب و زینت، تن آسانی اور آسائش پر ترجیح دی جائے۔ بنیادی ضرورتوں اور مفاداتِ عامہ کو نظر انداز کر کے عیش و عشرت اور جمال آفرینی سے متعلق امور پر دولت و ثروت خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب ایک طرف مال و دولت کی کثرت اور ریل پیل ہو اور لوگ خواہشات نفسانی کی پیروی میں عقلی تقاضوں کے خلاف عیش و آرام میں ڈوبی ہوئی زندگی گزارنے کا عادی بن رہے ہوں اور دوسری طرف سماج میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہوں جو زندگی کی لازمی اور بنیادی ضروریات کی تکمیل سے یا تو عاجز ہوں اور یا بصد مشکل انہیں پورا کرتے ہوں اور ریاست کے اجتماعی اداروں کو بہتر سہولیات کی فراہمی اور عامۃ الناس کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے زرِ کثیر درکار ہو جس کا قومی اور ملکی خزانہ متحمل نہ ہو۔ ان حالات میں الٰہی نظام اسلامی ریاست کے کارندوں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ ثروت مند لوگوں کو عیش و آرام کی آخری حد تک جانے کیلئے ہر سہولت و آسانی کی فراہمی اور جمال و آرائش اور زیب و زینت سے متعلق ہر ممکن سامان کو حاصل کرنے کی کوشش سے باز رکھیں اور اصحاب ثروت کی طرف سے سہولت و تن آسانی کی زندگی بسر کرنے کیلئے سرمایہ کو پانی کی طرح بہانے پر روک لگا دیں تا کہ عیش کوشی اور لذت

اندوزی کی نذر ہونے والی دولت سماجی ضروریات پر خرچ ہو(٧١)۔

iii۔ کھیل کود اور تفریحی مشاغل:

وہ کھیل کود اور تفریحی مشاغل جن سے جسمانی ورزش، تنومندی، بدنی و ذہنی چستی اور قلبی نشاط و سرور حاصل ہوتا ہو اور احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھنے کا باعث اور کسی مصیبت کا سبب نہ بنتے ہوں اور ان میں قمار کی کوئی شکل اور نہ دولت کے مسرفانہ استعمال کی کوئی صورت ہو شرعی حوالے سے نہ صرف جائز بلکہ زیادہ پسندیدہ بھی ہیں۔ جیسے دوڑ، گھوڑ دوڑ، کشتی، تیراکی، مکابازی، کبڈی، چھلانگیں لگانا، وزن اٹھانا، رسی کودنا اور تیراندازی کرنا۔ رسول ﷺ نے ایسے کئی کھیلوں میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ ان میں شرکت کرنے کی ترغیب بھی دلائی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کو دیکھا جو باہم تیراندازی کی مشق کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لئے کوشاں تھے آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا[ارموا بنی اسماعیل فان اباکم کان رامیا، ارموا و انا مع بنی فلان، قال: فأمسك احد الفریقین بایدھم، فقال رسول الله: مالکم لا ترمون؟ قالوا: کیف نرمی وانت معھم؟ فقال النبی: ارموا فانا معکم کلکم] اسماعیلؑ کی اولاد! تیراندازی کرو تمہارے باپ (اسماعیل) تیرانداز تھے اور میں اس گروہ کی طرف سے ہوتا ہوں۔ یہ سن کر دوسرے گروہ نے ہاتھ روک لیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں تیر نہیں چلاتے انہوں نے کہا: کیوں کر چلائیں آپ ﷺ تو دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! میں دونوں کے ساتھ ہوں تیر چلاؤ(٧٢)۔

لیکن جب ایک طرف معاشرے کے بہت سارے افراد ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کو ترس رہے ہوں اور دوسری طرف دولت مند افراد اور طبقۂ امرا کھیل کود، لہو ولعب اور تفریحی مشاغل پر بے دریغ خرچ کرتے چلے جائیں کہ یہ رجحان اتنا نمایاں ہو جائے کہ خارجی پیمانوں سے ناپا جا سکے اور یہ تاثر ملے کہ کھیل کود، لہو ولعب اور ان کے مقابلوں کا انعقاد مقصودِ حیات ہیں تو اسلامی ریاست مصالح

عامہ کو تحفظ دلانے کے لئے اس شعبے کے مسرفانہ اخراجات کو قانونِ حجر کے قواعد وضوابط کے تحت لانے کی غرض سے اقدامات کرے گی(۷۳)۔

ضرر:

ضرر کہتے ہیں تکلیف، ناپسندیدگی اور نقصان کو جو جان و مال میں واقع ہو(۷۴)۔ بنیادی طور پر ضرر دو طرح کا ہے، ایک ضررِ عام اور دوسرا ضررِ خاص۔

ضررِ عام: ایسے فعل کا نام ضررِ عام ہے جس سے عام اشخاص کو یا ان لوگوں کو جو قرب و جوار میں دخل رکھتے ہوں یا کسی زمین میں رہتے ہوں کوئی ذہنی، جسمانی اور مالی نقصان پہنچے(۷۵)۔

ضررِ خاص: تکلیف اور نقصان اگر چند مخصوص افراد تک محدود ہو تو ضررِ خاص کہلاتا ہے(۷۶)۔

ضرر کا شرعی حکم:

شریعت میں ضرر کی تمام قسمیں حرام اور ممنوع ہیں، البتہ کہیں کسی دلیل کی بناء پر حرمت کا حکم اٹھ چکا ہو تو ہو استثنائی صورت اس سے الگ ہوگی۔ ضرر جس قدر شدید ہوگا اتنا ہی اس کا حکمِ ممانعت بھی زیادہ سخت ہوگا۔

قرآنی حکم ہے کہ ماں اگر بچے کو دودھ پلانے کیلئے راضی نہ ہو تو اس پر جبر نہ کیا جائے اور نہ باپ سے اس کی استطاعت سے زیادہ نفقہ مانگا جائے، ارشاد ہوتا ہے[لا تضارّ والدۃٌ بولدھا و لا مولود له بولده] نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے(۷۷)۔ نیز جناب باری تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت روا رکھنے کا حکم صادر ہوتا ہے[و لا تمسکوھن ضراراً لتعتدوا] اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہیے کہ انہیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی کرو(۷۸)۔

احادیث نبویہ میں بھی ضرر کے ممنوع ہونے پر واضح احکام موجود ہیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [أن رسول اللہ قضی ان لاضرر ولا ضرار] رسول ﷺ نے فیصلہ کیا کہ کسی کو نہ تو ابتدائً نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں (۷۹)۔

ضرر کی اہمیت کے پیش نظر فقہائے اسلام نے اس کی طرف خاص توجہات مبذول کیں اور ضرر سے پیدا ہونے والے مسائل اور ان کے اثرات کا حل تلاش کرنے میں سعی بلیغ صرف فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات کے قیام اور وسعت میں ضرر کا لاحق ہونا لازمی امر ہے جس کے باعث اس کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے قرآن وسنت کی ہدایات کی مدد سے ایسے قواعد وضع کیے ہیں جو ضرر کی علامات اور اہم نشانیوں کی وضاحت کرتے ہیں اور ضرر رساں تصرفات کے سدِ باب اور تدارک کی جانب راہنمائی بھی، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: الضرر یزال ضرر کا ازالہ کیا جائے گا (۸۰)۔

اس قاعدہ کی مدد سے انہوں نے کثیر فقہی وقیاسی مسائل کے حل کی بنیاد رکھی اور بہت سے مسائل کا استنباط بھی کیا (۸۱)۔

امامِ ابو اسحاق شاطبی فرماتے ہیں: مقتضائے شرع کے برخلاف ضرر انسانی جانوں، عقلوں، نسلوں اور مالوں کو غیر محفوظ بناتا ہے۔ جس کو دور کرنا ممکن حد تک لازم ہوگا (۸۲)۔

شریعتِ اسلامیہ اس بات کی روادار ہے کہ جن افعال وتصرفات کا صدور دوسروں کے لئے نقصان دہ اور مفادِ عام کے حق میں ضرر رساں ہو اس پر قانونِ حجر نافذ کیا جائے گا۔ شرح المجلہ میں ہے۔ [یحجر علی بعض الأشخاص الذین تکون مضرتھم للعموم کالطبیب الجاھل والمفتی الماجن والمکاری المفلس فان کل من ھولاءِ مضر بالعامۃ ...] ان بعض لوگوں پر قانونِ حجر لاگو ہوگا جن کے افعال وتصرفات سے عام نقصان پہنچتا ہو جیسے اناڑی طبیب، جاہل مفتی اور مکار مفلس کیونکہ ان میں سے ہر ایک مفادِ عام کا نقصان کرنے

والا ہے(۸۳)۔

حافظ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں: بعض ہنرمندوں کے پیشوں کے حسن قیام، ان کے مصالح کی رعایت اور ملاوٹ کا سدباب کرنے کے لئے اگر داروغہ مقرر ہے تو محکمۂ احتساب کا عملہ ایسے لوگوں کے مالکانہ تصرفات کی کڑی نگرانی کیوں نہیں کرتا جو انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر مضرت رساں ثابت ہو رہے ہوں(۸۴)۔

ضرر عام: مثالیں:

فقہاء نے ضرر عام کی کثیر مثالیں بیان کیں جن کو پیش کرنے کی گنجائش نہیں؛ طوالت سے بچنے اور مدعا کو واضح کرنے کے لئے یہاں صرف اتلاف اور احتکار کی دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اتلاف مال: اسلام اگر چہ حق ملکیت تسلیم کرتا ہے مگر وہ اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ کسی کے مالکانہ تصرفات کے نتیجے میں افراد یا بحیثیتِ مجموعی پورے معاشرے کو نقصان پہنچے، چنانچہ اس نے مفید اور کارآمد اشیاء تباہ کرنے کو انسانیت کی حق تلفی اور معاشرے پر ظلم کرنے کے مترادف قرار دیا اور اتلافِ مال کو اسلامی نظریۂ ملکیت کے منافی اور منشاءِ الٰہی کے خلاف ٹھہراتے ہوئے سختی سے منع کیا(۸۵)۔

ذخیرہ اندوزی: اسلام نے ملکیت سے انتفاع کا حق بھی تسلیم کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اکتسابِ مال کے ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے سے روکا اور دولت کے ان تمام وسائل کو مسدود کر دیا جن سے جھگڑے اور فساد کو راہ ملتی ہو۔ احتکار یا ذخیرہ اندوزی نام ہے، اشیاءِ ضرورت روکے رکھنے اور بازار میں اس کی قلت پیدا کرنے کا، جس کے نتیجے میں مہنگائی بڑھ جاتی ہے، صارفین پر بوجھ پڑتا ہے اور ان کا گزر بسر مشکل ہو جاتا ہے جو دراصل ظلم وزیادتی ہے۔ کچھ خود غرض اور انسان دشمن لوگ بعض ضروری چیزوں کو اس خیال سے ذخیرہ کر لیتے ہیں کہ جب بازار میں ان کی کمی واقع ہو گی اور مانگ میں اضافہ ہو جائے گا تو پھر من مانے دام پر فروخت کر کے ضرورت مند

کی دولت سے دامنِ ہوس بھرتے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے اس ناروا کام سے منع کرتے ہوئے فرمایا[لا یحتکر الا خاطی] مہنگائی کے انتظار میں ضروری اشیاء ذخیرہ کرنے والا خطا کار ہے(۸۶)۔

خلافتِ راشدہ میں بازاروں کی نگرانی باقاعدگی کے ساتھ کی جاتی تھی تاکہ کوئی ذخیرہ اندوزی کر کے بازار گراں نہ کرے(۸۷)۔ (فقہاء نے لکھا ہے کہ تاجروں کی ذخیرہ اندوزی کے نتیجے میں عام لوگ اگر معاشی تنگی میں مبتلا ہوں تو ارباب اختیار ایسے تاجروں کا ذخیرہ جبراً بازار میں لائے اور ان کے من مانے نرخ کے خلاف فروخت کرے۔ ابن نجیم قاعدہ [یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام] کے تحت لکھتے ہیں۔ [ومنها بیع طعام المحتکر جبراً علیه عند الحاجة وامتناعه من البیع دفعاً للضرر العام] اور ضرر عام سے بچانے کیلئے ضرورت کے وقت تاجر کے ذخیرہ کو زبردستی فروخت کرنا اور اسے بازاری مول کے خلاف لین دین کے معاملات سے روکنا مسائل حجر میں شامل ہے(۸۸)۔

ضرر خاص: مثالیں:

ضرر کی تمام صورتوں کی حرمت وممانعت کے ثبوت اور بمقابلہ ضرر خاص ضررِ عام کی اہمیت کی وضاحت کے بعد مناسب ہوگا کہ مثالوں کی مدد سے ضرر خاص کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔ فقہاء فرماتے ہیں: کہ کسی شخص کی طرف سے مالکانہ حقوق کے استعمال کے نتیجے میں اگر ایک یا چند افراد کو نقصان پہنچ رہا ہو اور ترک استعمال کی صورت میں اس کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہو رہا ہو یا مضرت منفعت کے مقابلے میں زیادہ شدید ہو تو دفع الضرر أولى من جلب المنفعة کے تحت اس عمل کو روکا جائے گا مثلاً مالک کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ پڑوسی کے مکان سے متصل اپنی زمین کی حدود میں ایسی جگہ کنواں کھودے جس سے پڑوسی کے مکان کو خطرہ لاحق ہو اور نہ کھودنے کی صورت میں کوئی خاطر خواہ نقصان اس کو نہ پہنچ رہا ہو(۸۹)۔ اس طرح کوئی اپنی زمین کی

آخری حد پر اس جگہ سایہ دار درخت نہیں لگا سکتا جو پڑوسی کی زرخیز زمین سے ملتی ہو اور درخت کا سایہ پڑنے کی وجہ سے فصل کی پیداوار میں کمی واقع ہو رہی ہو اور نہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی حدود میں ایسی جگہ دیوار کھڑی کر سکتا ہے جو اس کے پڑوسی کو اس کے املاک میں مفید تصرف کرنے کیلئے آمدورفت سے روکے اور اس کی طرف آنے والی صاف ہوا اور روشنی کے راستوں کو مسدود کر دے[۹۰]۔

حاصل بحث:

مرقومہ بالا تفاصیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ کاروبار حیات کی روانی اور معیشت کی استواری کے لئے دولت و ثروت کا ہونا لازمی امر ہے۔ اس کے بغیر دنیاوی اور اخروی منافع کا حصول اور مضرتوں کا ازالہ کرنا ممکن نہیں ہوتا، اطمینان قلب اور آسودگی خاطر میں اس کو خاص دخل ہے، سامانِ معیشت فراہم نہ رہے تو نفس پریشان رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ (جو خزائن ارض و سما کا حقیقی مالک ہے) نے مال دولت کو فضل و خیر سے تعبیر کیا اور رسول ﷺ نے صالح مال کو متاع عزیز گردانا۔

جناب باری تعالیٰ نے حضرت انسان کو عمدہ شکل و صورت میں، عزت و شوکت والا اور بے شمار ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کا مالک بنا کر پیدا فرمایا اور اس ہدایت کے ساتھ اسے زمین اور وسائل پیداوار کے مالکانہ حقوق عطا کر دیئے کہ وہ انہیں اپنے پاس مالک حقیقی کی امانت سمجھے اور ان کے ایسے استعمالات سے گریز کرے جو اس کی منشا کے خلاف اور انفرادی و اجتماعی مفادات کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔ خالق باکمال کی تخلیق کا بہترین نمونہ اور مجموعۂ کمالات ہستی کو حصول ملکیت کے حق سے محروم کر دینا یا اس کی اہلیت تصرف سلب کر لینا اس کے شرف انسانیت کے خلاف ہے، تاہم انسان بھی عقل و خرد، احساس و شعور اور فہم و فراست کے لحاظ سے باہم متفاوت ہیں، بعض تو ان میں اعلیٰ درجہ ذہنی اور بدنی صلاحیتوں کے مالک اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی عقلیں

خراب، رائے فاسد اور تدابیر بگڑی ہوئی ہیں اور کرامت آدمیت کے باوصف اس قابل نہیں ہیں کہ مالکانہ تصرف کے سلسلے میں ان کو آزاد چھوڑا جائے اور مفید وغیر مفید مصرف کی تمیز اور ظروف واحوال کی پہچان کیے بغیر جا و بے جا، موقع و بے موقع خرچ کر کے دولت وثروت کو فنا کر دیں اور مفلس بن کر عزیز و اقارب اور حکومت کیلئے وبال بن جائیں یا ان کی طرف سے مال املاک میں مداخلت کرنے کا نتیجہ خاص و عام کے ضرر رسان ثابت ہو۔ اسی تناظر میں فقہائے اسلام صغر و جنوں کو بالا تفاق عوارض اہلیت اور موجبات حجر قرار دیتے ہوئے صغیر و مجنون کے مالی تصرفات پر حجر عائد کر دیتے ہیں۔ اور جمہور فقہائے مذاہب حماقت، غفلت، مرض، افلاس، اسراف وتبذیر اور ضرر عام و خاص کو اسباب حجر تسلیم کرتے ہیں اور سفیہ، مغفل، مریض مبتلائے مرض الموت، مفلس، مسرف مبذر اور مضر کے ایسے تمام مالی امور و معاملات اور مالکانہ حقوق کے استعمالات کو قانونِ حجر کے قواعد وضوابط کے تحت لانے کا فیصلہ صادر کرتے ہیں جو خود ان کے ذاتی اور آخر کار اجتماعی مفادات کیلئے نقصان دہ ثابت ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران:۱۲۹-۱۰۹

المنافقون:۷

۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو مال و دولت اور ذرائع پیداوار کی ملکیت عطا ہونے کا مقصد یہی ہے کہ وہ اصل مالک اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور مال کو قبضہ میں رکھنے کے باعث خود کو امین تصور کرے اور مالی استعمالات کے سلسلے میں مالک حقیقی کی منشا کا حصول ہر وقت اس کے پیش نظر رہے۔ حکم خداوندی ہے[و أنفقو ممّا جعلكم مستخلفين فيه...]اور جس مال میں اس نے تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ الحدید:۷۔

۳۔ البقرہ:۲۱۵، ۲۷۲

۴۔ البقرۃ:۱۸۹

ال عمران:۱۸۰

النسآء:۵۴،۶۷

الاسراء:۱۲

النور:۳۲

الجمعۃ:۱۰

۵۔ الخطیب التبریزی، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ کتب دہلی،۱۳۵۰ھ۱۹۳۰م؛کتاب الا مارہ، باب رزق الولاۃ وھدایاھم، حدیث نمبر۳۵۸۱،ص:۳۲۶و کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، حدیث نمبر۵۰۵۸،ص:۴۵۱۔

۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن الحسین الرازی، مفاتیح الغیب الشھیر بتفسیر الکبیر، بیروت،لبنان،۱۴۱۱ھ۱۹۹۰م،ص:۱۱۵/۷او ۱۸۹/۹۔

۷۔ زنگی پوری: محمد رضی، السید، اسلام کا معاشی نظام، شعبہ نشرِ حقائق و معارف جامعہ جواد بنارس، الجواد بک ڈپو بنارس (ہندوستان) ۱۳۷۲ھ،ص:۲۲۳؛وفخر الدّین الرازی، م۔ن۔

۸۔ قرآن حکیم میں ہے [لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم]ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا۔ التین:۴۔

۹۔ قرآن حکیم میں ہے [لقد کرّمنا بنی اٰدم وحملنھم فی البر والبحرِ] ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی۔ دیکھئے! الاسراء:۷۰۔

۱۰۔ النساء:۵۔

۱۱۔ ابن کثیر: ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآنِ العظیم، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ کتب آرام باغ کراچی،۱۹۸۴ء، ۳۴۳/۳؛و محمد رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم الشهیر بتفسیر المنار، دار المعرفة للطباعته و النشر، بیروت، لبنان، الطبعة الثانیة، ۱۳۹۳ھ،۱۹۷۳م،۳۸۰/۴۔

۱۲۔ فرمان باری تعالیٰ هے [وابتلو الیتٰمی حتیٰ إذا بلغُو النّکاح فان اٰنستم منهم رشداً فَادفَعو ا الیهم اموالهم] اور نابالغ بچوں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں اہلیت معلوم کرلو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔ النسآء:۶۔

۱۳۔ سلیم رستم الباز، شرح المجله، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۱۳۰۵ ھ، ص:۵۳۸۔

۱۴۔ الترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع المجتبائی دهلی، ۱۳۴۳، کتاب البیوع، باب ما جآء فیمن یخدع فی البیع، حدیث نمبر ۱۲۵۸،۱۵۰/۱۔

۱۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأ حکام القرآن، دار الکتب العربیة للطباعة والنشر، بیروت۔لبنان، الطبعة الثالثة، ۱۳۷۸ ھ، ۱۹۷۶م،۱۵۰/۱

۱۶۔ البیهقی: ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیهقی، السنن الکبری، دارا حیاء التراث العربی بیروت۔لبنان،۱۴۲۴ ھ، کتاب التفلیس، باب الحجر علی المفلس و بیع ماله فی دیونه، حدیث نمبر ۱۱۲۶۱، ۸۰/۶۔

۱۷۔ مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم (مترجم عزیز الرحمٰن) مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۱ء، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث، حدیث نمبر ۴۲۰۹، ۵۹۵/۲؛ و ابوداؤد، سلیمان بن الاشیث السجستانی، السنن (مترجم وحید الزمان) نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۷ء، کتاب الوصایا، باب ما جآء فیما لا یجوز للموصی فی ماله، حدیث نمبر ۱۰۹۱، ۲/ ٤٥٦۔٤٥٥۔

۱۸۔ دیکھئے! ابن ابی شیبہ: ابو بکر محمد بن ابی شیبہ، المصنف لابن ابی شیبة، ادارة القرآن والعوام الا سلامیه کراتشی، ١٤٠٦ھ ١٩٨٦م کتاب البیوع والاقضیة، باب من کره الحجر علی الحرّ ومن رخص فیه، حدیث نمبر ۱۱۱۱، ۲۹۱/۶۔

۱۹۔ محمد بن علی الشوکانی، نیل الا وطار، شرح منتقی الاخبار من احادیثِ سید الاخیار، مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۹۰ھ ۱۱۶۔۱۱۵/۱۔

۲۰۔ الجرجانی: السید الشریف علی بن محمد بنی علی السید الدین، التعریفات، دارالمنار للطباعة و النشر ١٤٠٥ھ، ص:٥٩؛ و محمد بن محمد البخاری الکاکی، معراج الدرایه شرح الهدایة، مطبع العلمی دهلی ١٣٥٨ھ، ٣/ ٣٣٦، وسعدی ابو حبیب، القاموس الفقهی لغة و اصطلا حاً، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی، ١٣٩٧، ١٩٧٧م: ص ٧٧۔٧٨۔

۲۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [فان کان الذی علیه الحق سفیها او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل هو فلیملل و لیه بالعدل] اور قرض لینے والا اگر بے عقل یا

ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہوں تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔البقرۃ: ۲۸۲۔

۲۲۔ الزیلعی: ابو محمد عثمان بن علی محجن، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۹۹۳، ۱۹۶/۴؛ محمد قدری باشا، مرشد الحیران الی معرفة احوال الانسان فی المعاملات الشرعیة علی مذہب ابی حنیفة النعمان، المطبعة الکبری المیریة، بولاق مصر، ۱۸۹۰ء، ص:۴۴۔

۲۳۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعة، داراحیاء التراث العربی للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت۔لبنان، ۱۴۰۶ھ /۱۹۸۶ء، ۶۹۹/۲۔۱۰۷۔

۲۴۔ الزیلعی، م ن، ۱۹۱/۵؛ و محمد بن احمد بن ابی سهل السرخسی، کتاب المبسوط شرح الکافی مطبع السعادہ مصر، ۱۳۲۴، ۱۶۳/۲۴؛ نیز دیکھئے! الرازی، م۔ن، ۱۱۵/۸؛ والزحیلی: محمد وھبه، تفسیر القواعد الفقهیة، دارالقلم دمشق، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ، ۲۴۸/۴؛ والندوی: علی احمد، القواعد الفقهیة، دارالقلم دمشق، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء، ص:۲۵۴۔

۲۵۔ ملاحظہ فرمائیے! علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء، ص:۱۶۹۷۔

۲۶۔ سعدی ابو حبیب، القاموس الفقهی، ص:۲۱۲؛ و قلعه جی: محمد رواس و قنیبیی: حامد صادق، معجم لغة الفقهاء، ادارة القرآن و

العلوم الاسلامیه کراتشی، ۱۳۵۸ھ،ص:۲۷۴۔

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ زیلعی، م۔ن،۱۹۹/۵؛والدردیر: ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد، الشرح الصغیر علی اقرب المسالك الی مذهب الامام مالك، دارالمعارف القاهره، ت۔ن،۳۸۴/۳،ولجنة مؤلفة من العلماء والفقهاء، مجلة الاحکام العدلیه، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، ت۔ن،م۹۴۳،ص:۱۸۴۔

۲۹۔ ایضاً۔

۳۰۔ یضاً۔

۳۱۔ الزرقاء: مصطفی احمد، الفقه الاسلامی فی ثوبه الجدید: المدخل الفقهی العام، مطبعة جامعة دمشق، ۱۸۸۳ھ۱۹۶۳م، ۶۲۲/۲۔۶۲۳؛والشیخ العمید: عبدالفتاح الحسینی، الاکراه واثره فی الاحکام الشرعیه دارالفکر للطباعة والنشر دمشق، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ،۱۹۷۹م،ص:۱۳۔

۳۲۔ لجنة مولفة من العلماء والفقهاء، المجلة، م۹۶۷،ص:۱۸۷؛ والزحیلی: محمد وهبه، الفقه الاسلامی وادلته، دارالفکر للطباعة والنشر دمشق الطبعة الثانیة، ۱۴۰۵ھ، ۴۱۸/۵۔

۳۳۔ سلیم رستم الباز، شرح المجله، ص:۵٤١، والز حیلی، م۔ن، ۴۱۸/۵۔۴۱۹۔

۳۴۔ لجنة مولفة من العلماء، مجلة الاحکام العدلیه، م۹۶۷،ص:۱۸۷؛ ووزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة الکویت، الموسوعة الفقهیة،

الطبعة الثانية، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶م، ۸۷/۱۷۔

۳۵۔ التركی: علی حیدر، دزرالحكام شرح مجلة الاحكام، دارالكتب العلمية بيروت۔لبنان۔ت۔ن۔۶۰۴/۹؛ والسرخسی، م۔ن، ۱۵۷/۲۴؛ وابن رشد (الحفيد): ابو الوليد محمد بن محمد القرطبی، بداية المجتهد و نهاية المقتصد، مطبع مصطفى البابی الحلبی مصر، ۱۳۳۹ھ، ۲۵۷/۲؛ والسنهوری: عبدالرزاق، الوسيط فی شرح القانون المدنی الجديد، مكتبة التحقيق بداراحياء التراث العرب، مؤسسة التاريخ العربی بيروت۔لبنان، ت۔ن۔۱۵۳/۲۔

۳۶۔ قلعه جی و قنيبيی، معجم لغة الفقهاء، ص:۱۰۰۔

۳۷۔ الجزيری: عبد الرحمٰن، كتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، ۳۵۰/۲؛ والرزقا: المدخل الفقهی العام، ۷۷۸/۲۔

۳۸۔ دیکھئے! سعدی ابو حبيب، م۔ن، ص:۱۴۸؛ وابن عابدين: علاء الدين محمد امين، الردالمحتار علی الدر المختار شرح تنوير الابصار، ایم ایچ سعید، ادب غزل پاکستان چوک کراچی، ت۔ن، ۴۵۹/۵؛ وابن رشد (الحفيد) م۔ن، ۲۱۲/۲؛ والشيرازی: ابراهيم بن علی بن يوسف، ابو اسحاق، المهذب فی فقه الامام الشافعی، دارالقلم دمشق، ۱۹۹۸م، ۳۳۱/۱؛ وابن قدامه: موفق الدين ابو محمد عبدالله بن محمد، المغنی فی شرح الخرقی فی فقه الامام احمد بن حنبل، دارالفكر للطباعة والنشر بيروت۔ لبنان، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۳م، ۵۱۶/۴-۵۱۷۔

الحرالعاقلی: محمد بن الحسن الشيخ، وسائل الشيعة الی تحصيل مسائل الشريعة، داراحياء التراث العربی بيروت۔لبنان، ت۔ن،

ص:۵۹۱۶۔

۳۹۔ الزرقا، المدخل الفقهی العام، ۲/۷۸۷-۷۹۰۔

۴۰۔ م۔ن، ۲/۷۹۴۔۷۹۵؛ و تنزیل الرحمن، ڈاکٹر، جسٹس، قانونی لغت، مکتبہ خیابانِ ادب چیمبر لین روڈ لاہور، ۱۹۸۳ء، ص:۳۴۸۔

THE FEDERAL SHARIA COURT JURISDICTION, FEDERAL SHARIA COURT, ISALAMABAD, P:36, AND RAJA AKBAR KHAN, THE MAJORITY ACT 1978, ALL PAKISTAN LEGAL DECISION, ERFAN BOOKS, URDU BAZAR, LAHORE, 1990 - 158.

الجرجانی، التعریفات، ص:۵۸؛ و سعدی ابو حبیب، م۔ن، ۶۹۔۷۰؛ والشربینیی الخطیب: محمد الشربینیی، المغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔لبنان، ۱۳۵۲ھ ۱۹۹۳م، ۲/۱۶۴۔۱۶۵؛ نیز ملاحظہ ہو! تنزیل الرحمن، قانونی لغت، ص:۳۳۲۔

۴۲۔ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة، الموسوعة الفقهیة، ۱۷/۹۲۔۹۳؛ وابن نجیم: زین العابدین بن ابراهیم بن بكر، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، المكتبة الماجدية، ن، ۳/۸۳۔

۴۳۔ قلعه جی و قنیبیی، معجم لغة الفقهاء، ص:۲۴۷؛ و تنزیل الرحمن، م۔ن، ص:۳۰۴۔

۴۴۔ عبدالقادر عوده، التشریع الجنائی الاسلامی مقارناً بالقانون الوضعی، موسسة الرسالة للطباعة والنشرة والتوزیع بیروت، الطبعة السادسة، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵م، ۱/۴۰۸؛ وابن نجیم، الأشباه والنظائر، مؤسسة الحلبی و شرکاه للنشر والتو زیع بالقاهرة،

۱۳۸۷ھ، ص:۲۱۷۔۲۱۸؛ ومقتدرہ قومی زبان، قانونِ معاہدہ (مترجم اردو) مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۶، ایکٹ نمبر ۹، ص:۲۸۔

۴۵۔ دیکھئے! سعدی ابوحبیب، القاموس الفقهی ص:۱۷۲؛ والکاسانی، م۔ن، ۳۹۳/۳؛ و الشیرازی: المهذب، ۲۳۲/۱؛ وابن قدامة: المغنی، ۵۶۷/۴؛ والحر العاقلی، م۔ن، ۵۹۱/۶۔

۴۶۔ سعدی ابوحبیب، م۔ن، ص:۱۷۴؛ والجزیری، کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، ۳۶۸/۲۔

۴۷۔ ملاحظہ کیجئے! المرغینانی: برهان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی، الهداية شرح بداية المبتدی، مطبع العلیمی دهلی، ۱۳۵۸ھ، والطوری: محمد بن حسین بن علی، تکمله البحر الرائق، مطبع رشید یه، سرکی روڈ کوئٹہ، ت۔ن، ۱۴۶/۸؛ ولجنة مؤلفة من العلماء والفقهاء، مجلة الاحکام العدلية، م۹۹۱۔۹۹۲، ص:۱۹۱؛ والجزیری، م۔ن، ۳۶۸/۲۔

۴۸۔ دیکھئے! الجزیری، م۔ن، ۳۶۸/۲۔۳۶۹۔

۴۹۔ الحصکفی: علاء الدین محمد بن علی بن محمد، الدرالمختار شرح تنویر الأبصار، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ لاہور، ت۔ن، ۳۰/۴؛ والدردیر، م۔ن، ۳۹۳/۳۔

۵۰۔ قلعه جی و قنیبیی، م۔ن، ص:۴۲۲۔

۵۱۔ سعدی ابوحبیب، م۔ن، ص:۳۴۳؛ والدسوقی: شمس الدین محمد عرفه، حاشية الدسوقی علی الشرح الکبیر، داراحیاء الکتب العربيه، عیسیٰ البابی الحلبی مصر، ن، ۳۰۶/۳۔

۵۲۔ عرفانی: عبدالمالک، اسلامی نظریۂ ضرورت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد،ص:۸۱۔

۵۳۔ المرغینانی، م۔ن،۲۲۶/۳؛والدسوقی،م۔ن، ۳۰۶/۳؛ والبھوتی، منصوربن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، اداره مطبعة الحکومة بمکة، ۱۳۹۴ھ، ۴۰۴/۲؛والطباطبائی: اية اللّٰه المحقق السيد علی الطباطبائی، رياض المسائل فی بيان الأحكام بالدلائل، مطبعة الشهيد، قم،ایران،۱۴۰۴ح،ص:۵۹۱۔

۵۴۔ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامية الكويت، م۔ن،۳۰۰/۵؛ وقلعه جی قنیبیی، م۔ن، ص:۸۱۔

۵۵۔ ابن الهمام: كمال الدين محمد بن عبد الواحد، فتح القدير شرح الهدايه، المكتبة الرشيد ية سرکی روڈ کوئٹہ،ت۔ن،۲۲۷/۷؛الزحيلی، الفقه الاسلامی وادلته، ۴۵۵/۵؛وابن رشد (الحفيد)، م۔ن،۲۴۵/۵؛ والمجلس الأعلیٰ للشئون الاسلامية، مصر، موسوعة الفقة الاسلامی، وزاره الاوقاف مصر القاهرة، ت۔ن، ت۔ن، ۲۱/۲۰؛ والمحقق الحلی، : ابو القاسم نجم الدين جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال و الحرام فی الفقه الاسلامی الجعفری، مكتبه اسلامية تهران، ۱۳۸۰، ۲۰۰۱/۱؛و تنزيل الرحمٰن، م۔ن، ص:۲۴۵۔

۵۳۔ المر غینانی، م۔ن،۲۲۶/۳؛والدسوقی،م۔ن، ۳۰۶/۳؛والبھوتی، منصوربن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، اداره مطبعة الحکومة بمکة، ۱۳۹۴ھ،۴۰۴/۲،والطباطبائی: اية الله المحقق السيد

علی الطباطبائی، ریاض المسائل فی بیان الأحکام بالدلائل، مطبعة الشهید، قم،ایران،۱۴۰۴ھ،ص:۵۹۱۔

۵۴۔ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة الکویت، م۔ن،۳۰۰/۵؛ و قلعه جی و قنیبیی، م۔ن،ص:۸۱۔

۵۵۔ ابن الهمام: کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر شرح الهدایه المکتبه الرشیدیة سرکی روڈ کوئٹه، ن،۲۲۷/۷؛الزحیلی، لفقه الاسلامی وادلته، ۴۵۵/۵؛وابن رشد (الحفید)، م۔ن،۲۴۵/۵؛ والمجلس الأعلی للشئون الا سلامیة، مصر، موسوعة الفقه الاسلامی، وزارة الاوقاف القاهرة، ت۔ن،۲۱/۲۰؛والمحقق الحلی : ابو القاسم نجم الدین جعفربن الحسن، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام فی الفقه الاسلامی الجعفری، مکتبه اسلامیه تهران، ۱۳۸۰، ۲۰۰۱/۱؛و تنزیل الرحمٰن، م۔ن،ص:۲۴۵۔

۵۶۔ ملاحظہ فرمائیے!ابن الهمام، م۔ن، ۲۲۸/۷؛والشربینیی الخطیب، المغنی المحتاج، ۱۴۶/۱۲؛ سالدردیر، الشرح الکبیر، ۲۶۱/۲؛وابن قدامة، المغنی، ۴۵۶/۴؛ والمحقق الحلی، م۔ن،۲۰۱/۱۔

۵۷۔ المرغینانی، م۔ن،۳۴۳/۳؛ولجنة مولفة من العلماء والفقهاء، مجلة الاحکام العدلیة، م۹۹۸،۱۹۴؛والدردیر، الشرح الصغیر، ۱۳۸/۲۔۱۴۰؛ وابن فرحون: برهان الدین ابراهیم بن علی، تبصرة الحکام فی اصوال الأقضیة و مناهج الاحکام، مطبعة مصطفی البابی الحلبی مصر،۱۳۷۸ھ،۱۳۰/۲۔۱۳۱؛ والنووی: ابو ذکریا محی الدین یحی بن شرف، المجموع شرح المهذب، دارالفکر بیروت۔لبنان،ت۔ن،

۲۷۸/۱۰؛وابن قدامہ، م.ن، ٤/٤٨٨۔٤٨٩؛ واحمد بن یحییٰ المرتضی، کتاب البحر الزاخر الجامع لمذاهب علماء الامصار، موسسة الرساله بیروت۔لبنان،الطبعة الاولی، ١٣٦٦ھ،۱۹۴۷،۵/۹۰۔۱۹۔

۵۸۔ قاضی خان: فخر الدین حسن بن منصور الاوز جندی الفرغانی ، فتاویٰ قاضی خان، مطبع منشی نول کشور لکھنو،۱۳۱۰ھ،ص۵۰۳/۴ نظام الدین، مولانا وجماعته من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیه، مطبع منشی نول کشور لکھنو۱۲۹۱ھ،۱۳۱۵/۳؛نیز دیکھئے!السنهوری: عبد الرزاق، مصادر الحق فی الفقه الاسلامی دراسة مقارنة بالفقة العربی، دار احیا التراث العربی بیروت،۱۹۹۷ام، ۷۷/۵؛والدر دیر، م۔ن، ۱۳۸/۲۔۱۴۰؛وابن رشد، م.ن، ص:٢/٢٤٥؛ و محمد بن عبد الرحمٰن الشافی، رحمة الامه فی اختلافِ الا ئمة، مکتبہ امدادیہ ملتان،۱۹۸۶،ص:۱۵۲؛والشربینی الخطیب، م۔ن، ۱۴۸/۲۔۱۴۹؛وابن قدامه، المغنی، ۴۸۸/۴۔۴۸۹؛واحمد بن یحییٰ المرتضیٰ، م۔ن،۹۰/۵۔۲۹،والمحقق الحلی، م۔ن،۲۰۰/۱۔۲۰۲۔

۵۹۔ ارشاد ہوا[كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ] کھاؤ پیواور بے جانہ اڑاؤ کہ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔الاعراف:۳۱؛ والأنعام: ۱۴۱؛نیز فرمایا[اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ.....] فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔الاسراء: ۲۷۔

۶۰۔ ملاحظہ فرمایئے!الاعراف: ۳۱۔

۶۱۔ ارشادِ ربانی ہے[وَلَاتَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْماً مَّحْسُوْراً] اور نہ (ہاتھ) بالکل کھول ہی دو(کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔الاسراء:۲۹۔

۶۲۔ ابن ماجه: ابو عبدالله محمد بن يزيد القزوينيى، السنن (مترجم، ترجمہ اردو وحید الزمان مولانا) اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۰ء، كتاب الاطعمه، باب من الاسراف ان تاكل كل ما اشتهيت، حدیث نمبر ۳۳۵۵، ۲۴۰/۲؛ و كتاب اللباس، باب البس ماشئت ماالخطاكِ سرف او مخيله، حدیث نمبر ۳۶۰۵، ۲۵۷/۲۔

۶۳۔ البخاری: ابو عبدالله محمد بن اسماعيل الجعفی، الجامع الصحيح، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۹۸۹، كتاب الرقاق، باب مايكره من قيل و قال، حدیث نمبر ۶۴۸۱، ۶۹۶/۲۔

۶۴۔ دیکھئے! ندوی: سید سلیمان، سیرۃ النبی، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور، ۱۹۹۸ء، ۷۸/۶، ۳۷۷۔

۶۵۔ ملاحظہ کیجئے! وزارة الأوقاف و الشئون الاسلامية الكويت، م۔ن، ۱۹۴/۴۔

۶۶۔ ندوی، سید سلیمان، م۔ن، ۳۷۱/۶۔۳۷۲؛ محمد رشید رضا، م۔ن، ۵۔۱۰۰۔

۶۷۔ دیکھئے! محمد نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریۂ ملکیت، اسلامک پبلیکیشنز، شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ۱۹۷۳، ۲۲۲/۱۔۲۲۳۔

۶۸۔ فرمان باری تعالیٰ ہے [وَكَمۡ أَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةِۭ بَطِرَتۡ مَعِيشَتَهَا] اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخی) معیشت میں اترا رہے تھے۔ القصص: ۱۵۸۔

۶۹۔ حیدر زمان صدیقی، اسلام کا معاشیاتی نظام، کتاب منزل لاہور، ۱۹۴۹ء ص: ۱۵۸۔

۷۰۔ الخطيب التبريزی: ولی الدين محمد بن عبدالله، مشكوٰة المصابيح، نور محمد، اصح المطابع و كارخانه كتب دهلی، ۱۳۵۰ھ،

کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، حدیث نمبر۵۰۳۰، ۴۴۹۔

۷۱۔ محمد نجات اللہ صدیقی، م۔ن، ۲۲۲/۱؛ ومحمد محترم فہیم احمد عثمانی، اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۷۵ء، ص:۴۳۔

۷۲۔ البخاری: محمد بن اسماعیل، م۔ن، کتاب الجهاد والسیر، باب التهریج علی الرمی..... حدیث نمبر ۱۶۰، ۱۰۱/۲۔۱۰۲۔

۷۳۔ ملاحظہ فرمائیے! محمد نجات اللہ صدیقی، م۔ن، ۲۲۲/۱۔۲۲۴، وحیدر زمان صدیقی، م۔ن، ص:۹۹، وندوی: مجیب اللہ، اسلامی فقہ، پروگریسیو بکس، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ۶۷۹/۶۔

۷۴۔ قلعه جی و قنیبیی، م۔ن، ص:۲۸۳؛ وسعدی ابوحبیب، م۔ن: ص:۲۲۲۔

۷۵۔ ایضاً؛ وتنزیل الرحمٰن، قانونی لغت، ص:۳۱۰؛

AND SEE! THABVALA, NOSHIRVAN ADVOCATE, THE LAW OF TORT, Popular Books Publishers, Law House, Longley Road, Lahore, 1969-P

۷۶۔ ملاحظہ ہو! لیاقت علی نیازی، ڈاکٹر، اسلام میں قانون ٹارٹ کا تصور، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء ص ۳۷۔۳۸؛ وتنزیل الرحمٰن، م۔ن، ص:۳۶۵۔

۷۷۔ البقرة: ۲۳۳۔

۷۸۔ البقرة: ۲۳۳۔

۷۹۔ دیکھئے! ابن ماجه، م۔ن، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقه ما یضر بجاره، حدیث نمبر ۲۳۴۰، ۲۴۱، ۱۹۳/۲۔

۸۰۔ ملاحظہ فرمائیے! ابن نجیم، م۔ن، ص:۸۵۔۸۷۔

٨١۔ الأتاسی، محمد خالد، مفتی حمص، شرح مجلة الاحکام العدلية، المکتبة الرشيدية، سرکی روڈ کوئٹہ،١٩٩٩ء،٢٢١/٢۔

٨٢۔ الشاطبی: ابو اسحاق ابراهيم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشريعة، دار الکتب العلمية، بیروت۔لبنان،١٩٨٨،١٣٢/٢۔

٨٣۔ الحصکفی، م۔ن،٢٩/٤،وابن قیم الجوزیۃ:شمس الدین،ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین،عن رب العالمین، دارالجیل للنشر والتوزیع والطباعۃ، بیروت۔لبنان، ١٤١٢ھ،٩٤/٤۔

٨٤۔ ابو العباس تقی الدين احمد، الحسبة فی الاسلام، مطبع المويد مصر،١٣١٨ھ،ص:٧٠؛وابن قيم، م۔ن،١٣١/١۔

٨٥۔ ارشادِ خداوندی ہے[وَاِذَ تَوَلّٰی سَعَی فِی الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسلَ وَ الله لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ] اور جب واپس لوٹ کر جاتا ہے تو ملک میں فساد لانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ فصلوں اور کھیتوں کو برباد اور نسل انسانی کو ہلاک کر ڈالے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔البقرۃ: آیۃ ٢٠٥ نیز حکم ہوا[وَلَا تَقْرَبُوْ مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ] یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریق کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنے بلوغ کو پہنچ جائے ۔ الاسراء: ٣٤۔

٨٦۔ مالك الامام: مالك ابن أنس بن مالك، الموطا (مترجم) اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور،١٤٠٤ھ،کتاب البيوع، باب الحکرة والتربص، حدیث نمبر١٢٠،ص:٤٨٩۔

٨٧۔ حضرت عمرؓ دوسروں کو عبرت دلانے کیلئے ذخیرہ اندوزوں کو بازار میں خرید و فروخت کے معاملات سے منع کیا کرتے تھے۔ملاحظہ فرمائیے!عبدالرزاق بن الهمام

الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ، ۲۰۶/۸۔

۸۸۔ دیکھئے! زین العابدین بن ابراهیم بن محمد بن بکر بن نجیم، م۔ن، ص: ۸۷؛ وزنگی پوری: محمد رضی، اسلام کا معاشی نظام، شیبہ نشر حقائق و معارف، جامعہ جوادیہ بنارس، الجواد بک ڈپو بنارس (ہندوستان) ۱۳۷۲ھ، ص: ۴۳۔

۸۹۔ وزاره الاوقاف والشئون الاسلامیة الکویت، م۔ن، ۱۸۵/۲؛ و ابن قدامه، المغنی، م۔ن، ۵۷۱/۴۔

۹۰۔ السنهوری: عبدالرزاق، الوسیط فی شرح القانون المدنی الجدید، ۶۷۹/۸۔